خطباتِ اقبال: سید نذیر نیازی کا ترجمہ اوّلین کاوش ـــ ایک تجزیہ

صدف نقوی/ رومانہ اعجاز

Abstract:

Allama Muhammad Iqbal's lectures were translated for the very first time by Syed Nazir Niazi. The translation was published under the title of "Tashkeel-e-Jadeed Ilahiyat-e-Islamia". This paper offers an analysis of the translation of Nazir Niazi. The study reveals that he used eloquent, intellectual and philosophical language. The sense of meanings of the original vocabulary is prominently evident. This most important intellectual effort of translation was made with great research and depth, however, the usage of Arabic and Persian terms made this translation difficult. In nutshell, the philosophical understandings of Nazir Niazi's translation with Iqbal's thoughts and ideology make it useful. Being the first effort its importance is like laying first stone.

ترجمے کا فن نہایت وقیع اور دقیق ہے اور یہ دقت اُس وقت دوچند ہوجاتی ہے جب مترجم کوایک فلسفیانہ اور مذہبی اصطلاحات سے بھر پور کتاب کا ترجمہ کرنا پڑے۔علامہ اقبال کی کتاب جب چھے لیکچروں کے مجموعے کے ساتھ "Six Leactures on Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے نام سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی تو اقبال اُس سے پہلے ہی ۱۹۲۹ء میں ان کے ترجمے کے خواہاں تھے تاکہ اِن خطبات کوتراجم کے ذریعے عوام الناس میں متعارف کروایاجائے۔ اِس کے لیے وہ سیّد عابد حسین سے اِن خطبات کا ترجمہ کروانا چاہتے تھے لیکن اُن کے انکار کے بعد یہ ذمہ داری سیّد نذیر نیازی کو دی گئی۔اس حوالے سے سیّد نذیر نیازی رقم طراز ہیں:

> ''۱۹۳۰ء میں جب خطبات کا پہلا مجموعہ شائع ہوا۔تو اپنے ایک عنایت نامے میں اُنھوں نے مجھے لکھا کہ میں ڈاکٹر سیّد عابد حسین صاحب (اُس وقت اُستاد فلسفہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) سے ملوں اور دریافت کروں وہ ترجمے کا کام اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں یانہیں۔ پھر جب ڈاکٹر سیّد عابد حسین نے بسبب مصروفیات معذوری کا اظہار کیا تو قرعہ فال مجھ پر پڑا۔''(۱)

خطبات کے ترجمے کے سلسلے میں اقبال نے چند تجاویز بھی دیں تا کہ خطبات کے مباحث کو عام کیا جا سکے اس سلسلے میں اقبال کے حوالے سے سیّد نذیر نیازی رقم طراز ہیں:

> ''خطبات میں جہاں کہیں جدید فلسفہ کی ترجمانی جن الفاظ اور مصطلحات میں کی گئی ہے اُن کے لیے جو الفاظ، مصطلحات اور ترکیبات اِنتخاب کریں وہ انگریزی زبان اور مغربی فلسفے سے ناواقف حضرات کے لیے غریب اور نامانوس نہ ہوں۔''(۲)

خطبات اقبال کے مباحث چونکہ نہایت پیچیدہ اور دقیق تھے لہٰذا ترجمے کے سلسلے میں احتیاط اور مصلحت نذیر نیازی کے پیش نظر رہی۔ پھر اِس کے بعد خطبات کے نئے نسخے ایڈیشن ۱۹۳۴ء کا انتظار تھا۔ اقبال کی خرابی صحت کی بنا پر بھی ترجمے کے کام میں دیر ہوتی رہی۔ تقسیم ملک کے باعث ترجمے کے کام سے متعلقہ بہت سے کاغذات ضائع ہوگئے جس کی وجہ سے ترجمے کے کام میں تاخیر ہوگئی اور ۱۹۵۶ء سے پہلے اس کی طباعت کا کام شروع نہ ہوسکا۔ سیّد نذیر نیازی لکھتے ہیں:

> ''بیس پچیس برس کے ایاب و ذہاب اور مسلسل پریشانیوں میں اصل ترجمے کے مسودات بکھرے پڑے تھے۔ اُن کی ترتیب اور ازسرِ نو تسوید کوئی معمولی کام نہ تھا۔''(۳)

بہر حال یہ ترجمہ ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کی شکل میں ۱۹۵۸ء میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ ترجمہ اُس کتاب کا تھا جو جدید فلسفیانہ مباحث پر مشتمل تھی اور اقبال جانتے تھے کہ ان کے موضوعات تو عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ لہٰذا اُن کی کوشش تھی کہ تراجم کے ذریعے اِن مباحث کو علماء اور عوام میں متعارف کروایا جائے تا کہ وہ اِن جدید خطوط پر سوچنا شروع کر دیں۔

سیّد نذیر نیازی کی خطبات کے تراجم کی یہ اولین کوشش جب منظرِ عام پر آئی تو بہت سے ناقدین نے اِس ترجمے کو نہایت دقیق اور مشکل قرار دیا۔ اس حوالے سے عامر سہیل اپنے مضمون ''خطباتِ اقبال کا پہلا اُردو ترجمہ......ایک تجزیہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''علم فلسفہ سے گہرا تعلق رکھنے والے حضرات اوّل تو اِن خطبات کا مطالعہ براہِ راست انگریزی ہی میں کرنا پسند کرتے ہیں لیکن اگر وہ اُردو ترجمہ کی طرف رجوع کریں تو ادق اسلوب بیاں اور عربی فارسی کی گنجلک اصطلاحات اِن کا راستہ روک لیتی ہیں۔''(۴)

حالانکہ خود نذیر نیازی رقم طراز ہیں:

> ''مترجم کی کوشش از اوّل تا آخر یہ رہی کہ ترجمہ حتی الوسع انگریزی متن کے عین مطابق ہو چنانچہ یہ مطابقت الفاظ و ترکیبات ہی میں نہیں جملوں کی طوالت اور اختصار میں بھی قائم ہے۔''(۵)

تاہم مترجم کی اِن کوششوں کے باوجود عربی و فارسی اصطلاحات نے اس ترجمے کو بوجھل اور گنجلک بنادیا ہے۔ ڈاکٹر وحید عشرت کے خیال میں:

''وہ عربی کے عالم تھے لہٰذا ترجمے میں عربی اصطلاحات اِن کی مجبوری تھی۔ جس زمانے میں اُنھوں نے ترجمہ کیا۔ اس زمانے میں فلسفے کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں ترجمے ہو رہے تھے۔ لہٰذا ترجمے کی مشکلات سے وہ بھی دوچار تھے۔''(۶)

لیکن جس محنت اور خلوص سے سیّد نذیر نیازی نے یہ ترجمہ کیا ہے اُس حوالے سے اُن کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔ اور بقول ڈاکٹر وحید عشرت:

''انھوں نے اُس تاریک دور میں علم و دانش کی شمعیں روشن کیں جن سے ہمارا آج منوّر ہے۔ سیّد نذیر نیازی کا یہی کیا کم احسان ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال کی عمر بھر خدمت کی اور فکرِ اقبال کو عام کرنے میں شب و روز ایک کر دیئے۔''(۷)

سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ نقشِ اوّل ہونے کے ساتھ اپنی جامع اور وقیع حیثیت رکھتا ہے اور اُس وقت اس ترجمے کی حیثیت اور بھی دو چند ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اِس خطبے کے بعض اجزا پر اقبال نے خود نظرِ ثانی کی ہے لہٰذا اِس ترجمے کو ہم کسی حد تک منشائے مصنف کے مطابق قرار دے سکتے ہیں اس بنا پر بہت سے اقبال شناس عالم اِس ترجمے کو سراہتے بھی ہیں:

''سیّد نذیر نیازی مرحوم جو علامہ اقبال کے بڑے معتمد علیہ تھے اور جنھوں نے علامہ کے حکم سے اور اُن کی نگرانی میں خطبات کا اُردو ترجمہ مع تشریحات و تعلیقات بڑی خوبی اور تحقیق و تدقیق سے کیا ہے۔''(۸)

بلا شبہ نذیر نیازی کے ترجمے کی حیثیت چراغِ راہ کی ہے فکر خطبات اقبال کی منزل تک رسائی تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

ترجمے کی یہ خامی ہے کہ وہ اصل متن سے پوری طرح انصاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی ترجمے کے کوئی حتمی قواعد و ضوابط متعین کیے جا سکتے ہیں تاہم ترجمے میں الفاظ و خیالات کی ترتیب اصل کے مطابق ہونی چاہیے:

''ترجمے میں الفاظ اور خیالات کی ترتیب جہاں تک ممکن ہو بالکل ویسی ہی ہونی چاہیے جیسے بنیادی متن جس کا ترجمہ کیا جا رہا ہے، میں ہے .... ہر زبان کو لسانی مجبوریوں کی وجہ سے کہیں نہ کہیں ہیئت اور الفاظ کی ترتیب میں تبدیلی لانا ضروری ہو جاتا ہے تاہم متن میں اُن الفاظ کو خط کشید کر دینا ضروری ہے۔ جن کے ترجمے سے متعلق کسی طرح کا شک و شبہ پیدا ہو گیا ہو۔''(۹)

جہاں تک سیّد نذیر نیازی کے ترجمے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کا سوال ہے تو اِس سلسلے میں خود مترجم کی رائے ہے:

''مترجم کی کوشش از اوّل تا آخر یہ رہی کہ ترجمہ حتی الوسع انگریزی متن کے عین مطابق ہو چنانچہ یہ مطابقت الفاظ و تراکیب ہی میں نہیں۔ جملوں کی طوالت اور اختصار میں بھی قائم ہے۔''(۱۰)

تاہم جہاں ترجمے میں مطابقت نہیں رہی۔ وہاں پر سیّد نذیر نیازی نے ایک گول دائرہ O بنا دیا ہے۔

کسی بھی علمی کتاب کے ترجمے کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک پہلو زبان کی صرف ونحو سے متعلق اور دوسرا مصطلحات علم کا ہوتا ہے۔ اوّل الذکر میں مترجم زبان کو عام فہم بنانے کے لیے جملے کی تشکیل جدید کر سکتا ہے لیکن اصطلاح سازی کے سلسلے میں مترجم آزاد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصطلاح سازی کے لیے ایک علمی کلچر کی تشکیل ضروری ہے۔

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کا اسلوب عربی و فارسی آمیز تراکیب سے عبارت ہے لیکن یہ ترجمہ اُس وقت شروع ہوا جب برصغیر میں فارسی زبان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اِس وجہ سے نذیر نیازی کے ترجمے میں بہت ساری تراکیب ایسی ہیں جو آج رائج نہیں ہیں۔ اقبال پہلے خطبے میں لکھتے ہیں:

> "Religion is not a departmental affair; it is neither more thought, nor mere feeling, nor mere action; it is an expression of the whole man. Thus, in the evaluation of religion, philosophy must recognize the central position of religion and has no other alternative but to admit it as something focal in the process of reflective synthesis nor is there any reason to suppose that thought and intuition are assentially opposed to each other."

سیّد نذیر نیازی اِس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

> ''مذہب فلسفہ کا کوئی شعبہ نہیں کیونکہ یہ محض فکر ہے نہ احساس، نہ عمل بلکہ انسان کی ذات کلّی کا مظہر۔ لہٰذا فلسفہ مجبور ہے کہ مذہب کی قدر و قیمت کے باب میں اُس کی مرکزی حیثیت کا اعتراف کرے۔ اُسے ماننا پڑے گا کہ فکرِ انسانی کا عمل تراکیب و استاماف مرتکز ہوتا ہے۔ تو اِسی ایک نکتے پر، پھر اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ فکر اور وجدان بالطبع ایک دوسرے کی ضد ہیں۔''(۱۱)

اِس پیراگراف میں "Reflective syntheses" کے لیے ''ترکیب و استاماف'' کی اصطلاح سیّد نذیر نیازی نے استعمال کی ہے جو کہ ایک مشکل اور نامانوس اصطلاح ہے۔ تاہم سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ اولین کاوش ہونے کے ساتھ ساتھ کسی حد تک منشائے مصنف کے تقاضوں کا حامل تھا لہٰذا تمام تراجم میں اس کی اہمیت بنیادی ہے۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کی زبان و بیان وہی ہے جو کہ ایک علمی و فلسفیانہ مباحث کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

> "The first point to note is the immediacy of this experience."(12)

سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ دیکھئے:

''اس سلسلے میں پہلی بات صوفیانہ مشاہدات کی معنویت ہے۔''(۱۳)

اس جملے میں Philosophical کا لفظ موجود نہیں جبکہ نذیر نیازی نے صوفیانہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی خطبے میں اقبال لکھتے ہیں:

"The second point is the unanalysable wholeness of mystic experience"(14)

سیّد نذیر نیازی لکھتے ہیں:

''صوفیانہ مشاہدات کی دوسری خصوصیت اُن کی نا قابلِ تجزیہ کُلیّت ہے۔''(۱۵)

صوفیانہ تجربے کی خصوصیات کی بات کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

"The third point to note is that to mystic the mystic state is a moment of intimate association with a unique other self transcending encompassing and momentarily supperssing the private personality of the subject of experience."(16)

سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ دیکھیے:

''تیسری قابلِ ذکر بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ صوفی کا ''حال'' ایک لمحہ ہے کسی ایسی فرید و وحید اور یکتا ہستی سے گہرے اتحاد کا جو اُس کی ذات سے ماورا مگر اس کے باوجود اُس پر محیط ہوگی اور جس میں صاحبِ واردات کی شخصیت گویا ایک لمحے کے لیے کالعدم ہوجاتی ہے۔''(۱۷)

علمی ترجمے میں دراصل مترجم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ موضوع عبارت کو دوسری زبان میں منتقل کر دے۔ لہٰذا سیّد نذیر نیازی کے ترجمے میں بھی یہ بات ہے کہ اُنھوں نے اقبال کے خیالات کو اُردو دان طبقے تک پہنچانے کی جو سعی کی تھی اُس میں وہ کامیاب ہیں۔ تاہم بعض جگہ وہ لفظی ترجمے کی بجائے ایضاحِ مطلب کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

سیّد نذیر نیازی کے ترجمے کا لسانی جائزہ لینے کے لیے ہم چند اور مثالوں پر غور کرتے ہیں۔ دوسرے خطبے "The philosophical test of the Revelations of Religious Experience" کے آغاز میں اقبال لکھتے ہیں:

"Scholastic philosophy has put forward three arguments for the existence of God. These arguments, Known as the Cosmological, the Telelogicals and the Ontological, embody a real movement of thought in its quest after the

Absolute"

سیّد نذیر نیازی اِس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''متکلمین فرنگ نے ہستی باری تعالیٰ پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔ کونی، غائی اور وجودی یہ ادلہ ثلاثہ اگرچہ اِس امر کا ثبوت ہیں کہ فکر انسانی نے جب کبھی ذات مطلق کی جستجو کی تو اُسے چاروناچار انہیں راستوں پر گامزن ہونا پڑا۔''(۱۸)

اس ترجمے میں نذیر نیازی نے ''متکلمین فرنگ'' کی اصطلاح اقبال کے کہنے پر استعمال کی۔ پھر Teleological کے لیے ''غایاتی'' کی بجائے اقبال کے اصرار پر ''غائی'' لکھا تو مترجم نے Cosmological کو ''کونیاتی'' کی بجائے ''کونی'' اور Ontological کو ''وجودیاتی'' کی بجائے وجودی لکھا۔ کیونکہ مترجم کے نزدیک بھی ''یاتی'' سے احتراز بہتر تھا۔

سیّد نذیر نیازی کی الفاظ و اصطلاحات کے استعمال کے بارے میں اتنی احتیاط دیکھ کر مرزا حامد بیگ کی مترجم کی خصوصیات کے بارے میں رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ:

''صحیح لفظ کے انتخاب میں کاوش اور تلاش میں تگ و دو، لفظ کی شخصیت سے کامل آگہی اور مناسب ترین الفاظ، مرکبات اور کلمات کا جویا ہونا۔''(۱۹)

اقبال Professor Eddington کی کتاب Space, Time and Gravitation سے ایک اقتباس تیسرے خطبے میں نقل کرتے ہیں:

"We have a world of point-events with their primary interval relations."(20)

سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ:

''ہماری دنیا نقاط ولمحات کی دنیا ہے۔ جن کے باہمی وقفوں میں اساساً کچھ نسبتیں قائم ہیں۔''(۲۱)

وہ خطبے کے آخر میں دیئے گئے حواشی ''نقاط ولمحات'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں ''یعنی اس میں لمحات زمانی نقاط مکانی کے متوازی ہیں۔''(۲۲)

سیّد نذیر نیازی کے ترجمے میں لفظوں کا لفظی و معنوی شعور نظر آتا ہے پھر انھوں نے زبان و بیان کا جو انداز اپنایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے متن کی روح، نوعیت اور اُن کی باطنی سطح کا خیال رکھا ہے۔

نذیر نیازی نے ترجمے کے لیے معیاری اور علمی زبان استعمال کی ہے۔ اس طرح اُن کے ترجمے میں الفاظ کے لفظی و معنوی رشتوں کی ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ اُنھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے الفاظ تراکیب اور اُن کی لغوی دلالت کا جواز فراہم کیا ہے۔ جملوں کی ساخت میں اصل متن کی جزوی یا کلّی معنویت و موزونیت کا خیال رکھا ہے۔ اور جیسا کہ مرزا حامد بیگ مترجم کی زبان کے حوالے سے درج ذیل خصوصیات بتاتے ہیں:

''۱۔ قاری کی شعوری سطح، ادراک، مزاج اور لہجہ

۲۔ اپنے معاشرے کی وضع اور خوبو

۳۔ اپنے تہذیبی وتمدنی لوازمات

۴۔ مرادفات

۵۔ صرف ونحو

۶۔ اپنی زبان کا کینڈا، وضع، روایات اور صلاحیتیں۔''(۲۳)

سیّد نذیر نیازی نے ترجمہ کرتے ہوئے اُردو، فارسی اور عربی زبان سے بیک وقت مدد لی ہے۔ اس کے باوجود کئی مناسب الفاظ وتراکیب میسّر نہ ہوئے۔ تو نئی اصطلاحات بھی وضع کی ہیں تاہم علمی ترجمے کے حوالہ سے مذکورہ بالا ترجمے کی زبان معیاری اور شستہ ہے اور اپنی لسانی خوبیوں کی وجہ سے ترجمہ نگاری کا ایک معیار بھی فراہم کرتی ہے۔ تاہم عصر حاضر میں اس زمانے کے مقابلے میں فارسی وعربی رائج نہ ہونے کی وجہ سے اس ترجمے میں لسانی حوالے سے مشکلات محسوس ہوتی ہیں۔

ترجمہ ایک زبان کے علمی سرمائے کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ لیکن کامیاب ترجمہ وہی ہوگا جو قاری تک ابلاغ کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ خطباتِ اقبال فلسفیانہ اور مذہبی مباحث پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اُس کا ترجمہ کرنا نہایت دقیق ہے۔ مسعود الحق لکھتے ہیں:

''اصطلاحات طرز بیان، ادائے مطالب کے اسلوب، محاورے، تہذیبی اور ثقافتی فضا وغیرہ اِن سب کو ایک زبان سے دوسرے زبان میں، مؤثر ابلاغ کے ساتھ منتقل کرنا یقیناً آسان نہیں ہوتا۔ بہت خاک چھاننی پڑتی ہے تب کہیں جا کر گوہر مقصود آتا ہے۔''(۲۴)

نظیر صدیقی ابلاغ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''دو انسانوں کے درمیان ابلاغ ہمیشہ ایک مسئلہ رہا ہے۔ سادہ سے سادہ الفاظ اور سہل سے سہل انداز میں بولنے اور لکھنے کے باوجود آدمی مکمل طور پر دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتا۔''(۲۵)

بات جب ترجمے کی ہو تو ابلاغ ہمیشہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے:

''کوئی بھی ترجمہ نگار اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ترجمے کا بنیادی مقصد اس مفہوم کی ترسیل ہے جو بنیادی متن کے ذریعے مصنف نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس زبان میں لکھے گئے کسی فن پارے یا تحریر کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جارہا ہے اس کا مفہوم اگر ٹارگٹ لینگویج میں منتقل نہیں ہو پایا ہے تو ترجمہ بے کار ہے۔ اس لیے ترجمہ نگار کا بنیادی کام اس مفہوم کو ٹارگٹ لنگویج میں منتقل کرنا ہے۔ جو سورس لنگویج کی کس تحریر میں قید ہے مفہوم کی حد تک نہ تو ترجمہ نگار کو کچھ اضافہ کرنا چاہیے نہ کم، مفہوم کو بے کم وکاست پیش کرتے ہوئے کچھ اور باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے مفہوم کو بے کم وکاست پیش کرنے کے معنی متن کے اُن معنوی امکانات سے چشم پوشی کرنا نہیں ہیں یا وہ معنی جن کی طرف متن اشارہ کرتا ہے۔''(۲۶)

فکری ابلاغ کے حوالے سے جب ہم نذیر نیازی کے ترجمے کو دیکھتے ہیں۔تو سب سے پہلے کتاب کے عنوان کے ترجمے کا جائزہ لیتے ہیں "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کا ترجمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کیا ہے۔اس میں لفظ ''الٰہیات'' فکری معیار کے حوالے سے دقیق معلوم ہوتا ہے ۔ حالانکہ اِس کا ترجمہ ''اسلامی فکر کی تشکیلِ جدید'' بھی ہوسکتا تھا۔جس کی معنوی تفہیم اصل کے زیادہ قریب ہے لیکن چونکہ یہ عنوان اقبال کا تجویز کردہ ہے لہٰذا عنوان کے لحاظ سے تمام تراجم میں اِسی کو برتری حاصل ہے پھر مترجم نے خود اِس کی وضاحت بھی کردی ہے:

''خطبات کا موضوع ہے ۔ الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید'' لیکن فلسفیانہ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو لفظ الٰہیات قدرے وضاحت طلب ہے............ الٰہیات عبارت ہے اُس فکر سے جو ذات الٰہیہ کے اثبات پر مرتکز رہتا اور جملہ حقائق کی تشریح اس کے حوالے سے کرتا ہے تمام معنوں میں اس کا مطلب ہے مذہبیاتی یعنی وہ سلسلہ بحث و استدلال جس سے ہر مذہب اپنے مخصوص تصورات کی تائید اور عقلی جواز کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔لیکن جو بہت کم ہوتا ہے ۔فلسفیانہ غور وفکر کے معیار پر پورا اُترے۔ اصل اس اصطلاح کی یونانی لفظ تھیالوجی ہے (تھیوس ۔بمعنی الہٰ) جسے گویا مابعد الطبیعات کا مترادف سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ یونانی فلسفہ میں خدا(یا بہت سے خداؤں) کا وجود مسلّم تھا اور اس کے مابعد الطبیعی غوروفکر کا سلسلہ اِسی پر جا کرختم ہوتا تھا۔'' (۲۷)

سیّد نذیر نیازی نے اسی لیے انگریزی عنوان Religious Thought (مذہبی فکر) کے لیے لفظ الٰہیات کا استعمال کیا ہے کیونکہ خطبات کا مکمل مدار ہستیِ مطلق کا ہی اثبات ہے لہٰذا موضوع کے پیشِ نظر یہ عنوان مناسب ہے خطبات کا ترجمہ کرتے ہوئے خود نذیر نیازی کے پیشِ نظر یہی بات رہی:

''مترجم کی کوشش از اوّل تا آخر یہ رہی کہ ترجمہ حتی الوسع انگریزی متن کے عین مطابق ہو۔ چنانچہ یہ مطابقت الفاظ و ترکیبات ہی میں نہیں جملوں کی طوالت اور اختصار میں بھی قائم ہے۔ اِلّا یہ کہ بحد مجبوری اسے اپنی طرف سے کسی عبارت میں تھوڑا بہت اضافہ یا ردّو بدل کرنا پڑا اور وہ بھی زبان کی رعایت یا ایضاح مطلب کے لیے۔'' (۲۸)

اقبال خطبات کے دیباچے کا آغاز اِس طرح کرتے ہیں:

"The Quran is a book which emphasizes "deed" rather than "idea"(29)

ترجمہ از نذیر نیازی:

''قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ ''فکر'' کی بجائے ''عمل'' پر زور دیا جائے۔'' (۳۰)

نذیر نیازی نے "deed" کا ترجمہ ''عمل'' اور "idea" کا ترجمہ ''فکر'' کیا ہے۔
جو کہ اقبال کے متن کی مناسبت سے بالکل صحیح ہے۔ پہلے خطبے "Knowledge and Religious Experience" کا ترجمہ ''علم اور مذہبی مشاہدات'' کرتے ہیں:

"experience" کا مطلب آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ذاتی مشاہدہ، عملی تجربہ یا سابقہ واقعات یا حقائق کا براہِ راست مشاہدہ'''' تجربے سے حاصل ہونے والی قابلیت'' ہے۔''(۳۱)

سیّد نذیر نیازی نے "Knowledge" کا ترجمہ تو ''علم'' کیا لیکن Experience کے لیے اُنھوں نے لفظ ''مشاہدہ'' استعمال کیا ہے۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''Experience کے لیے البتہ ہماری زبان میں ابھی تک کوئی ایسی اصطلاح وضع نہیں ہوئی۔ جس سے ہمارا ذہن اِس کے فلسفیانہ مفہوم کی طرف منتقل ہو جائے۔ لہٰذا حضرت علامہ کا ارشاد تھا کہ experience کو محسوسات و مدرکات کہنا چاہیے۔ چنانچہ راقم الحروف نے ایسا ہی کیا۔ مگر پھر مشکل یہ تھی کہ مذہبی experience کو تو مذہبی محسوسات و مدرکات کیسے کہا جاتا؟ تجربہ بھی کوئی اچھا لفظ نہیں، گو اِس کا استعمال اب عام ہو رہا ہے حالانکہ ہماری زبان میں بطور اسم وہ experiment کا مترادف ہے۔ واردات اس سے بہتر ہے مگر اِس سے بھی experience کا پورا مفہوم ادا نہیں ہوتا.................. لفظ مشاہدہ البتہ بڑی حد تک اور اپنے لغوی معنوں میں شاید کلیتاً experience کا مترادف ہے۔'' (۳۲)

پہلے خطبے کے عنوان کا جو ترجمہ سیّد نذیر نیازی نے کیا ہے وہ فکری ابلاغ کے معیار پر پورا اُترتا ہے۔
اقبال پہلے خطبے میں لکھتے ہیں:

"Science may ignore a rational metaphsies indeed, it has ignored so for Religion can hardly afford to ignore the search for a reconciliation of the oppositions of experience and a justification of the environment in which humanity finds it self. That is why professor Whitchead has actuely remarked that "the ages of faith are the ages of rationalism" But to rationalize faith is not to admit the superiority of Philosophy over religion."(33)

نذیر نیازی اِس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''سائنس ہر منظّم اور سوال مابعد الطبیعات کو نظر انداز کر سکتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اِس نے اب تک ایسا ہی کیا لیکن مذہب ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ ہماری واردات اور تجربات

کی دنیا میں جو فساد پائے جاتے ہیں ان کو باہم تطبیق نہ دے یا جس ماحول میں ہمیں
پیدا کیا گیا ہے اس کی تصدیق وتثبیت سے انکار کردے۔ پروفیسر وائٹ ہیڈ نے کیا
خوب کہا ہے ''مذہب کا ہر عہد عقلیت کا عہد تھا'' لیکن مغرب کو عقلی رنگ میں پیش کیا
جائے تو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ کہ فلسفہ کو مذہب پر فوقیت حاصل ہے۔'' (۳۴)

درج بالا پیراگراف کے جائزے سے یہ ظاہر ہے کہ نذیر نیازی نے یہاں لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے تفہیم وتسہیل سے کام لیا ہے۔

انسانیت کو آج جن چیزوں کی ضرورت ہے اقبال اُس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"Humanity needs three things today-a spiritual interpretation of the universe spiritual emancpation of the individual and basic principles of a universal import directing the evolution of human society on a spirital basis."(35)

سیّد نذیر نیازی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''عالم انسانی کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے کائنات کی روحانی تعبیر، فرد کا روحانی استخلاص اور وہ بنیادی اُصول جن کی نوعیت عالمگیر ہو اور جن سے انسانی معاشرے کا ارتقاء روحانی اساس پر ہوتا رہے۔'' (۳۶)

یہاں "spiritual emanipation" کا ترجمہ ''روحانی استخلاص'' کیا ہے جو کہ قاری کو بعید الفہم محسوس ہوتا ہے جب کہ اِس کی نسبت ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے ''معارفِ خطبات اقبال'' میں ''فرد کی روحانی آزادی'' (۳۷) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جس سے قاری کے لیے متن کی تفہیم آسان ہوگئی ہے۔

اقبال کا ساتواں خطبہ "Is Religion Possible?" ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

"A wrong concept misleads the understanding a wrong dead degrades the whole man and may eventually demolish the structure of human ego. The more concept affects life only partially; the dead is dynamically related to Reality and issues from a generally constant attitude of the whole man towards reality."(38)

سیّد نذیر نیازی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فرض کیجیے ہم ایک غلط تصوّر قائم کرتے ہیں اس سے اتنا ہی تو ہوگا کہ ہمارا فہم وفرد گمراہ ہوجائے لیکن ایک ناسزا فعل کے ارتکاب سے تو ہماری ساری ہستی قعر مذلت میں جا گرتی ہے بلکہ اندیشہ ہوتا ہے کہ ہم شاید اپنی خودی کی دولت بھی کھو بیٹھیں۔

خیال ایک حرکت زا نسبت ہے۔ لہٰذا عمل کا سرچشمہ ہے انسان کا وہ رویہ جو حقیقت کے بارے میں بالعموم مستقلاً اختیار کیا جاتا ہے۔'' (۳۹)

اقبال "Is Religion Possible?" میں لکھتے ہیں:

"In the second place we have to look to the great practical importance of the question. The modern man with his philosophies of criticism and scientific specialism finds himself in a strange predicament. His Naturalism has given him an unprecedeuted control over the forces of Nature, but has robbed him of faith in his own future."(40)

ترجمہ از نذیر نیازی:

''مزید براں ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ عملی اعتبار سے بھی یہ مسئلہ کچھ کم اہم نہیں۔ تمہید حاضر کے تنقیدی فلسفوں اور علوم طبیعہ میں اختصاص نے انسان کی جو حالت کر رکھی ہے، بڑی ناگفتہ بہ ہے اس کے فلسفہ فطرت نے تو بے شک اُسے یہ صلاحیت بخشی۔ کہ قوائے فطرت کی تسخیر کرے مگر مستقبل میں اس کے ایمان اور اعتماد کی دولت چھین کر۔''(۴۱)

یہاں سیّد نذیر نیازی نے متن کے مفہوم کو لے کر ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے بہرحال دوزبانوں کے درمیان مفاہمت کی فضا پیدا کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔

مظفر علی سیّد لکھتے ہیں:

''جس زبان میں نقل ہوجائے اس میں تقریباً ویسا ہی اثر پیدا ہو جیسا اصل زبان میں ہوا تھا اور یہ بھی لازم ہے کہ کلام سے مکالمے کی صورت پیدا ہو۔ ورنہ ترجمے کا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا۔''(۴۲)

اقبال لکھتے ہیں:

"On the other hand the formulation of the same view of evolution with for greater precision in Europe has led to the belief that "there now appears to be no scientific basis for the idea that the preseul rich complerity of human endowment will ever be moderially exceeded."(43)

ترجمہ از نذیر نیازی:

''برعکس اس کے یورپ میں اس نظریے کی تشکیل گو زیادہ تحقیق و تدقیق سے کی گئی وہاں اس کی انتہا اس عقیدے پر ہوئی کہ جہاں تک علوم طبیعیہ کا تعلق ہے اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ انسان کو جو گونا گوں صلاحیتیں حاصل ہیں آئندہ بھی اُن کا کوئی خاص ارتقاء جاری رہے گا۔'' (۴۴)

اِس اقتباس کا ترجمہ نذیر نیازی نے بہتر پیرائے اظہار میں کیا ہے جس سے اہلِ علم استفادہ کر سکتے ہیں۔

"Is Religion Possible?" میں اقبال لکھتے ہیں:

"This is missing the whole point of higher religious life. Sexual self restraint is only a preliminary stage in the ego's evolution. The ultimate purpose of religious life is to make this evolution move in a direction for more important to the desting of the ego them the moral health of the social fabric which form his present environment."(45)

سیّد نذیر نیازی لکھتے ہیں:

''لیکن اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ینگ کچھ بھی نہیں سمجھا بات یہ ہے کہ جس ضبطِ خودی کی تربیت کا اولیّن مرحلہ ہے اور اِس لیے مذہب چاہتا ہے اس نشوونما کو اُس راستے پر ڈال دے جس کا تعلق خودی کی تقدیر اور مستقبل سے ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت صرف اِس امر تک محدود نہیں کہ جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس میں ہماری حیات اجتماعیہ کا تاروپودا اخلاقی اعتبار سے محفوظ ہے۔'' (۴۶)

درج بالا پیراگراف میں ہماری ''حیاتِ اجتماعیہ کا تاروپود'' ایک مشکل اصطلاح ہے۔ مترجم اس کا ترجمہ آسان زبان میں بھی کر سکتا تھا۔

خطبے کے آخر میں مذہبی تجربے کے حوالے سے اقبال لکھتے ہیں:

"Thus the experience reached is a perfectly natural experience and possesses a biological significance of the highest importance to the ego. It is the human ego rising higher than more reflection and mending its transiency by appropriating the eternal."(47)

ترجمہ از نذیر نیازی:

''بہرحال یہ تجربہ سرتا سر فطری اور طبعی ہوگا اور حیاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو خودی کے لیے سب سے زیادہ اہم، کیونکہ یہی اس کا فکری حدود سے آگے بڑھنا اور یہی

اس کا وجودِ سرمدی کو اپنائے ہوئے اپنی ناپائیداری کی تلافی کرتا ہے۔''(۴۸)

اس اقتباس کے آخری جملے کا ترجمہ'' کیونکہ یہی اس کا فکری حدود سے آگے بڑھنا اور یہی اس کا وجود سرمدی کو اپنائے ہوئے اپنی ناپائیداری کی تلافی کرنا ہے'' کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا تھا'' یہ تجربہ انسانی خودی کی فکری حدود سے بلند اور ابدیت کے انکشاف کے زریعے اپنی ناپائیداری پر قابو پالینے سے عبارت ہے۔''

نذیر نیازی کے ترجمے کے تجزیے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ متن کے ترجمے میں جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی ہے وہ عربی و فارسی الفاظ و اصطلاحات کا استعمال ہے وحید عشرت اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وہ عربی کے عالم تھے، لہٰذا ترجمے میں عربی الفاظ اور اصطلاحات اُن کی مجبوری تھی۔''(۴۹)

اس بات کی مزید وضاحت کرتے محمد شعیب آفریدی لکھتے ہیں:

> ''قدیم عربی اور فارسی مصطلحات کے استعمال سے اُن کا مقصد ایک تو اُن کی ترویج تھا اور دوسرا مقصد اپنی مشرقی و فلسفیانہ روایت سے عہد جدید کے قاری کا تعلق قائم کرنا تھا۔''(۵۰)

نذیر نیازی نے توضیحات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اقبال کی توضیحات حواشی میں درج کی ہیں اور مترجم کی توضیحات کو تصریحات کے عنوان سے کتاب کے آخر میں درج کیا ہے جہاں تک اقبال کی توضیحات کی نوعیت ہے اِن کو اگر ترجمے کے اندر ہی قوسین لگا کر درج کر دیا جاتا تو مدّعا اور مفہوم کی وضاحت زیادہ ہوجاتی۔

اقبال نے اپنے خطبات میں آیات کا انگریزی ترجمہ دیا ہے اِسی طرح فارسی شاعری کو بھی انگریزی ترجمے میں دیا ہے سیّد نذیر نیازی نے انگریزی ترجمہ آیات کو اُردو میں ترجمہ کرنے کی بجائے اصل عربی صورت میں دے دیا ہے۔ اس طرح اقبال اور دوسرے شعراء کی شاعری کا اصل متن فارسی دے دیا ہے حالانکہ وہ اِن خطبات کا اُردو ترجمہ کر رہے تھے لہٰذا انہیں قرآنِ حکیم کی آیات اور فارسی شاعری کا اُردو ترجمہ بھی دینا چاہیے تھا تاکہ متن کا صحیح ابلاغ ہوسکتا۔

اقبال نے پوری کتاب میں جہاں جہاں قرآنی آیات کا انگریزی ترجمہ اپنے خطبات میں استعمال کیا ہے مترجم نے اُس کا اُردو ترجمہ دینے کی بجائے اصل قرآنی آیات (عربی) درج کردی ہیں۔ جس کی مثال ہمیں ہر خطبے میں مل جاتی ہے لہٰذا فحوائے متن کے حوالے سے یہ ترجمے کی کمزوریاں سمجھی جاتی ہیں۔ مترجم کو اصل زبان کے متن کے ساتھ ساتھ متن کا اُردو ترجمہ بھی دینا چاہیے تھا تاکہ عربی و فارسی سے نہ آشنا طبقہ بھی اقبال کے اِن خیالات تک رسائی حاصل کرلیتا۔

بحیثیت مجموعی سیّد نذیر نیازی کا ترجمہ اوّلین اور اہم ترین علمی کاوش ہے اور اِس انتہائی دقیق کام کو اُنھوں نے بڑی تحقیق و تدقیق سے کیا ہے جو کہ اُن کی علمی فضیلت اور فلسفہ فہمی کی بہترین مثال ہے۔ لیکن اصطلاحات کے معرّب و مفرّس استعمال نے ان کے ترجمے کو گنجلک کر دیا ہے۔ دورِ حاضر میں ان خطبات کے نئے ترجمے کی ضرورت ہے کیونکہ ہر پچاس سال کے عرصے میں زبان کے کینڈے میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ لہٰذا نئی نسل کو اپنے کلاسیک سے متعارف کروانے کے لیے ان کے بار بار تراجم کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

(۱) محمد اقبال، تشکیل جدیدا لٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، لاہور: بزمِ اقبال کلب روڈ، ۲۰۱۲ء، ص ۷

(۲) ایضاً، ص ۹

(۳) ایضاً، ص ۲۴

(۴) عامر سہیل، خطبات اقبال کا پہلا اُردو ترجمہ، ایک تجزیہ، سہ ماہی، فنون، لاہور: ادارہ فنون، ۲۰۰۶ء، شمارہ ۱۱، ص ۸۵

(۵) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۳۳

(۶) محمد اقبال، تجدید فکریات اسلام، مترجم: ڈاکٹر وحید عشرت، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۷

(۷) ایضاً، ص ۲۱۷

(۸) سعید احمد اکبر آبادی، خطبات اقبال پر ایک نظر، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان طبع ثانی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۸

(۹) ظہور الدین، پروفیسر، فن ترجمہ نگاری، مشمولہ: فن ترجمہ کاری، مرتبہ: صفدر رشید، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء، ص ۱۱۸

(۱۰) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۳۳

(11) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 3rd Edition, 2015, P:2

(۱۲) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۳۸

(13) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:14

(۱۴) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۵۵

(15) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:14

(۱۶) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۵۵

(17) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:15

(۱۸) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۵۶

(۱۹) مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص ۵۰

(20) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:53

(۲۱) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۱۵۰

(۲۲) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۱۵۰

(۲۳) مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، ص ۵۱

(۲۴) مسعود الحق، اُردو ترجمہ: آداب و مسائل، ایک مکالمہ مشمولہ: فن ترجمہ کاری، مرتبہ: صفدر رشید، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۵ء، ص ۳۸۲

(۲۵) نذیر صدیقی، پروفیسر، **اُردو ادب کے مغربی دریچے**، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اشاعت سوم ۲۰۱۵ء، ص ۱۰

(۲۶) ظہور الدین، پروفیسر، فن ترجمہ نگاری و مشمولہ: فن ترجمہ کاری، مرتبہ: صفدر رشید، ص ۱۱۸

(۲۷) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۱۳

(۲۸) ایضاً، ص ۳۳

(29) M. Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, Preface

(۳۰) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۳۵

(۳۱) آکسفورڈ انگلش اُردو ڈکشنری، مرتب و مترجم شان الحق حقی، ۱۹۸۲ء ص ۵۴۷

(۳۲) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۹۰

(33) M. Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:2

(۳۴) نذیر نیازی، سیّد، مترجم، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۱۲ء، ص ۳۸

(35) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:142

(۳۶) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۵۴

(۳۷) محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، معارف خطبات اقبال، لاہور: نشریات ۲۰۰۹ء ص ۲۳۴

(38) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:146

(۳۹) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۶۸

(40) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:147

(۴۱) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۶۹

(۴۲) مظفر علی سیّد، فن ترجمہ کے اُصولی مباحث، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص ۴۱

(43) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:148

(۴۴) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۷۰

(45) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:

(۴۶) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۷۶

(47) Muhammad Iqbal, ***Reconstruction of Religious thought in Islam***, P:

(۴۸) محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم: سید نذیر نیازی، ص ۲۸۲

(۴۹) وحید عشرت، ڈاکٹر، تجدید فکریات اسلام، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۷

(۵۰) محمد شعیب آفریدی، خطبات اقبال کی اُردو تسہیل کتب کا جائزہ، تحقیقی مقالہ برائے ایم فل، مخزونہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء، ص ۷۶

◁▷